رسائل و مسائل

تقریر میں قسم اٹھانا

ایک پوسٹر میں ایک جملہ: "شہدائے بدر و احد و حضرات عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و حسینؓ کے لہو کی قسم" استعمال کیا گیا ہے۔ ایک صاحب کے بقول یہ شرک کے مترادف ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی علمی رائے کا طالب ہوں۔

قسم کی دو قسمیں ہوتی ہیں: ایک شرعی اور دوسری لغوی۔ شرعی قسم میں ایک کام کو کرنے کے لیے عزم کا اظہار کیا جاتا ہے اور اس کے لیے کسی ایسی ذات کی قسم اٹھائی جاتی ہے جسے نفع و نقصان کا مالک اور دور و نزدیک سے مدد کے لیے پہنچنے پر قادر سمجھا جائے۔ اس عقیدے کے ساتھ تعظیماً قسم اٹھائی جائے اور قسم کا مقصد یہ ہو کہ کام کو لازماً کیا جائے گا کہ اس کام کے کرنے پر عظیم ذات کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ نیز قسم کو توڑنے کا خوف ہو اور یہ سمجھا جائے کہ قسم توڑ دی گئی تو اس کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ اس طرح کی شرعی قسم تو اللہ اور اس کی صفات کے علاوہ کسی دوسری ذات کی نہیں اٹھائی جا سکتی اور اگر کوئی اٹھائے گا تو شرک کا مرتکب ہو گا۔

دوسری قسم لغوی ہوتی ہے جس میں **مقسم بہ** کے متعلق وہ عقیدہ بھی نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہوتا ہے، نہ ہی اس طرح کی قسم اس لیے اٹھائی جاتی ہے کہ اسے توڑا نہ جائے اور نہ ہی خلاف ورزی پر کوئی کفارہ ہو۔ غیراللہ کی اس طرح کی قسم شرک نہیں ہے بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قسم ثابت ہے۔ آپؐ نے متعدد مواقع پر **وابیہ** "اس کے باپ کی قسم" کے کلمات استعمال کیے ہیں۔ اس لیے مسئولہ کلمات یا قسم کے لیے اس طرح کے دوسرے کلمات کے بارے میں کوئی حکم لگانے سے پہلے متعلقہ شخص سے پوچھنا چاہیے کہ اس نے یہ قسم کس نیت سے اٹھائی ہے۔ اس سلسلے میں اس کے عقائد و افکار کو بھی دیکھا جائے، اس کے بعد فیصلہ کیا جائے کہ اس نے شرک کیا ہے یا نہیں۔ ماضی میں، جو کچھ ہو چکا، اس کے بارے میں مذکورہ اصول کو اپنایا جائے، اور مستقبل کے بارے میں عمومی ہدایت یہی کی جائے کہ لوگ غیراللہ کی لغوی قسم سے بھی پرہیز کریں کہ غیراللہ کی لغوی قسم اس کی شرعی قسم کا بتدریج ذریعہ بن سکتی ہے۔ اگر اس طرح کا سلسلہ بلاروک ٹوک جاری رہا تو پھر لغوی اور شرعی قسم میں فرق اور امتیاز ختم ہو جائے گا۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ نبیؐ کی قسموں پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "سب سے اچھا جواب وہ ہے جو علامہ چلبی

نے مطول کے حاشیے میں **ولعمری** "مجھے اپنی عمر کی قسم" کے الفاظ پر اور علامہ شامی نے درمختار کے خطبہ پر گفتگو کرتے ہوئے دیا ہے کہ "یہ لغوی قسم ہے، شرعی نہیں"۔ پہلی (یعنی لغوی قسم) سے مقصود صرف کلام کی زینت ہوتی ہے، اس کے علاوہ کچھ اور مقصود نہیں ہوتا جبکہ دوسری (یعنی شرعی قسم) سے تاکید اور جس ذات کی قسم اٹھائی جاتی ہے، اس کی تعظیم مقصود ہوتی ہے۔ ممنوع دوسری قسم ہے، پہلی نہیں۔ اور نبی کریمؐ نے جو قسم اٹھائی ہے وہ پہلی ہے، نہ کہ دوسری۔ پھر بھی میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ سد ذریعہ کے طور پر مطلقاً منع کیا جائے تاکہ لوگ اس میں تساہل سے کام نہ لیں" (فیض الباری، ج ۱، ص ۱۳۹-۱۴۰)۔

اشتہار میں جو قسم اٹھائی گئی ہے اس سے میرے نزدیک کلام کی تزئین مقصود ہے۔ اسی لیے شرک نہیں ہوا، لیکن آیندہ کے لیے ہدایات دی جاتی رہیں کہ اس طرح کی قسموں سے بھی پرہیز کیا جائے۔ تقریر و تحریر اور پوسٹرز وغیرہ میں اس قسم کی عبارات استعمال نہ کی جائیں۔ واللہ اعلم! (مولانا عبدالمالک)

اسلام اور تصور جشن

میرے ذہن میں کچھ سوالات ہیں، ان کے جواب درکار ہیں:

۱- گولڈن جوبلی، سلور جوبلی، ڈائمنڈ جوبلی، پلاٹینم جوبلی--- کا اسلام میں کیا تصور ہے؟ ان رسومات اور جشن منانے کا پس منظر کیا ہے؟ کیا اسلام میں بھی فتح مکہ یا کسی اور آزادی کی جوبلی منائی گئی؟ لفظ جوبلی کا اصطلاحی اور لغوی مفہوم کیا ہے؟

۲- نبی کریمؐ یا خلفاے راشدین کے دور میں، کیا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے ویزا اور اس قسم کی کوئی چیز تھی؟ اگر تھی تو اس کی شرائط کیا تھیں؟ اگر ویزا سسٹم رائج نہ تھا تو آج وہ ممالک جن کا دعویٰ ہے کہ ان کے ہاں اسلامی قانون نافذ ہے، ان میں داخلے کے لیے ویزا کی پابندی کیوں ہے؟ غالباً قرآن حکیم میں ایسی کسی پابندی کی نشان دہی بھی نہیں کی گئی ہے۔ نیز ویزا کے حصول کے لیے اسلامی نقطہ نگاہ سے کیا شرائط ہو سکتی ہیں؟

پاکستان میں اس وقت جس اہتمام سے پچاس سالہ جشن منایا جا رہا ہے اور جسے گولڈن جوبلی کا نام دیا گیا ہے، اس حوالے سے آپ کا سوال دلچسپ بھی ہے اور آج کے مسائل سے تعلق بھی رکھتا ہے۔ انگریزی زبان میں لفظ jubilate کا مفہوم انبساط و خوشی کا اظہار ہے۔ jubilant وہ صفت انبساط ہے جو ایک فرد یا ماحول میں پائی جاتی ہے۔ البتہ لفظ Jubilee تاریخی طور پر یہودیوں کے سال نجات، بعض انبساطی تہواروں اور خصوصاً ہر پچاس سال پر ایک ایسے تہوار سے تعلق رکھتا ہے جس میں غلاموں کو آزاد کرنے اور زمینوں

کی ملکیت میں تبدیلی پیدا کرنے کی قدیم عبرانی روایت پر عمل کیا جاتا تھا۔ گو عمومی طور پر کسی بھی پچاس سالہ تقریب کو گولڈن جوبلی اور ساٹھ سالہ تقریب کو ڈائمنڈ جوبلی سے تعبیر کیا جاتا رہا ہے۔ بظاہر اس رسم کا ماخذ قدیم یہودی روایات ہیں۔ عبرانی میں Yobel ایسے ساز کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جسے گائے کے بچھڑے کے سینگ سے بنایا جائے اور جسے ایسی خوشی یعنی Jubilee کے موقع پر استعمال کیا جاتا تھا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: Encyclopedia of Religion and Ethics; James Hastings، ج ۵، ص ۸۲۶، مطبوعہ نیویارک)۔

جوبلی کی مختلف شکلوں کو ایک لمحے کے لیے نظرانداز کرتے ہوئے یہاں جو بات اہمیت رکھتی ہے وہ دراصل وقت کا تصور ہے جو بہت سے پرانے مذاہب میں غیر معمولی اہمیت رکھتا تھا۔ بعض کی نگاہ میں وقت کے بعض لمحات تقدس کے حامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک افسانوی ذہن (mythological mind) وقت کے تقدس کو غیر معمولی اہمیت دیتا ہے۔ وہ وقت کی گردش اور بعض لمحات کو عبادت، خوشی یا خوف سے وابستہ کر لیتا ہے جو اس کی نگاہ میں ایک مرکزی اہمیت رکھتے ہوں، مثلاً عیسائی یہودی، یا ہندو تہوار جن میں سے اکثر کا تعلق وقت کے اس تقدس کے پہلو کے ساتھ ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: 'The sacred and profne; Mercea Eliade نیویارک (Harcourt Brace)۔

اسلام دراصل ایسی تمام رسومات سے نجات کا نام ہے جو تاریخی عمل کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور ہستی سے وابستہ کرتی ہوں۔ اسلام ایک رسومات شکن دین ہے۔ ہمارے علم میں قرآن و حدیث اور آثار میں کوئی ایسا حکم یا اشارہ نہیں ملتا جس میں صحابہ کرامؓ نے کسی خاص وقت یا لمحے کو مقدس سمجھتے ہوئے اس کو بطور تہوار منایا ہو۔ ہجرت مدینہ کا موقع ہو یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد، فتح بدر، حضورؐ کا اسراء و معراج پر تشریف لے جانا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت، یوم فتح مکہ غرض خلفاے راشدین اور صحابہ کرام کی کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ہے جس میں کسی خاص واقعہ، وقت یا لمحے کو مقدس قرار دے کر ہر سال یا ہر ماہ ایک مقررہ نظام الوقت کے ساتھ اسے بطور تہوار منایا ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ہماری عیدین صرف دو ہیں: عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ اور ان کا تعلق کسی خاص مقدس وقت کے چکر (time cycle) کے ساتھ قائم نہیں فرمایا بلکہ یہ دونوں تہوار سال کے دوران مختلف موسم اور مہینوں میں گردش کرتے ہیں۔ ایسا کوئی واقعہ بھی نہیں ہے جس میں صحابہ کرامؓ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت یا یوم وصال پر کسی تقریب کا اہتمام کیا ہو یا تبع تابعین نے ایسا کیا ہو۔ نہ ہی اس بات کا کوئی ثبوت ملتا ہے کہ خلفاے راشدین نے ہجرت مدینہ کی اہمیت کے پیش نظر ہر سال یا ہر دس سال یا پچاس سال گزرنے پر کسی تقریب کا اہتمام کیا ہو۔

اگر تنقیدی نگاہ سے غور کیا جائے تو اس قسم کی تقریبات، تاریخی یا دینی مرتبہ و مقام عموماً تاریخ کے ایسے ادوار میں اختیار کر جاتی ہیں جب بعض روبہ زوال اقوام اپنے آبا و اجداد کے کارناموں پر فخر کو خود اپنی ترقی سمجھنا شروع کر دیتی ہیں اور اس طرح کے نشانات منزل کو آگے بڑھنے کے بجائے ماضی کی طرف تحسین و تعریف سے دیکھنے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ یہ اقوام ماضی کے حسین لمحات کو بنیاد بناتے ہوئے اپنی کم عملی اور پستی کو تفریحی سرگرمیوں کے زیر عنوان گم کرنا چاہتی ہیں۔ چنانچہ ایسے مواقع پر انبساط کے اظہار کے لیے نغمے، رقص، لذیذ کھانے، مشروبات وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور ایک متعین "مقدس وقت" (sacred time) کو ایک تہوار کی شکل دے دی جاتی ہے۔

دوسری جانب نظر ڈالیے تو قرآن کریم اور نبی کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو تصور وقت دیا، اسے **سورۃ العصر** میں ایجاز [اختصار] کے ساتھ بیان فرما دیا گیا کہ جو لوگ وقت اور زمانے کی اہمیت کے قائل ہیں، جنھوں نے دہر کو بھی اپنا خدا بنا لیا تھا، وہ جان لیں کہ ہر انسان خسارے میں ہے سوائے اس کے جو اللہ پر ایمان لایا، عمل صالح کیا، اور **تواصی بالحق** اور **تواصی بالصبر** پر قائم ہو گیا۔ یہاں وقت کا ایک انقلابی تصور دے کر اسلام نے جاہلیت کے تمام تصورات کو مکمل طور پر رد کر دیا۔ پھر یہ بات قابل غور ہے کہ ہم جس ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، کیا ان کے اسوہ میں کوئی مثال اس اسراف کی ملتی ہے جو ہم پچاس سالہ تقریبات کے عنوان سے کر رہے ہیں؟ ایسے پچاس سال کی تکمیل پر جن میں کامیابیوں کے مقابلے میں ناکامیاں زیادہ ہوں، یہ بات کہاں تک جائز ہے کہ احتساب نفس، تنقیدی جائزے اور مستقبل کے لیے حکمت عملی وضع کرنے کے بجائے اپنی ناکامیوں پر جشن منایا جائے؟

اگر فی الواقع ہماری تاریخ میں کوئی موقع جشن کا مطالبہ کرتا تھا تو وہ فتح بدر یا فتح مکہ کا موقع تھا۔ غور کیجیے فتح مکہ کے موقع پر جو بات فرمائی گئی، وہ کیا تھی؟ "جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح نصیب ہو جائے اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تم دیکھ لو کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو، بے شک وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے" (**النصر** ۱۱۰:۱-۳)۔ غور کیجیے ۲۳ سال کی قلیل مدت میں ایک ایسی قوم کو جو باہمی منافرت، قبیلہ پرستی، اخلاقی پستی، تہذیبی و تمدنی انحطاط، معاشرتی، سیاسی اور معاشی مسائل کا شکار تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تباہی کے گڑھے سے نکال کر اتحاد، اخوت اور خوشحالی و ترقی کے مقام پر پہنچا دیا اور جس مرکزی مقام سے آپؐ کو بے گھر کیا گیا تھا آخرکار آپؐ وہاں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ حق آگیا، باطل چلا گیا، بلاشبہ باطل جانے ہی کے لیے تھا--- لیکن اس کامیابی کو منانے کا جو طریقہ تجویز کیا گیا وہ یہ تھا کہ اپنے رب کی حمد، تسبیح و تہلیل کرو اور ساتھ ہی اپنی نادانستہ و دانستہ بھول پر اللہ سے استغفار طلب کرو۔ قرآن پاک نے

ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہمیں فتح و کامیابی پر خوشی منانے کا جو طریقہ سکھایا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد' عبادات' نوافل و انفاق فی سبیل اللہ کو زیادہ سے زیادہ کیا جائے اور اپنی بھول پر بار بار اللہ سے مغفرت طلب کی جائے۔ اسلام کے بتائے ہوئے طریقے میں اس دھوم دھڑکے کی کوئی گنجایش نظر نہیں آتی جو بہت سے مسلمان اپنے ممالک میں بڑے اہتمام کے ساتھ کرتے ہیں اور جن میں ہم بھی شامل ہیں۔

آپ کے دوسرے سوال کا تعلق خلافت راشدہ یا اس کے بعد کے ادوار میں مسلمان ممالک کے درمیان نقل و حمل کے ضوابط سے ہے۔ اصولاً ایک مسلمان مرد اور عورت کسی بھی مسلمان ملک میں داخل ہونے' سفر کرنے' قیام کرنے اور معاشرتی اور دیگر تعلقات پیدا کرنے کا بنیادی حق رکھتی ہے لیکن اگر باہمی اتفاق سے یہ طے کیا جاتا ہے کہ سفر یا کسی ملک میں داخلے کے لیے کوئی دستاویز ساتھ ہو تو اس میں کسی شرعی اصول کی خلاف ورزی نظر نہیں آتی۔ ہاں سفر کی شرائط ایسی ہونی چاہییں جو **سیروا فی الارض** کی قرآنی ترغیب و تعلیم پر عمل کرنے میں مزاحم نہ ہوں۔

اقساط پر خریداری

دور جدید کے مسائل کے بارے میں اجتہادی رہنمائی کے لیے بھارت میں اسلامک فقہ اکیڈمی کی طرف سے فقہی سیمی نار کا سلسلہ جاری ہے جس کی رپورٹیں شائع کی جاتی ہیں۔ دسواں فقہی سیمی نار' حج ہاؤس بمبئی میں ۲۴ تا ۲۷ اکتوبر ۹۷ منعقد ہوا' جس میں اوقاف' حج و عمرہ' کلوننگ اور اقساط پر خریداری کے بارے میں فیصلے کیے گئے۔ ہم ماہنامہ **الفرقان** لکھنؤ (جنوری ۹۸) کے حوالے سے **بیع بالتقسیط** کے بارے میں فیصلے پیش کر رہے ہیں۔ (مدیر)

(۱) خرید و فروخت کے معاملے میں ادھار فروخت کی صورت میں بمقابلہ نقد قیمت کے اضافہ جائز و درست ہے اور اس طرح کی خرید و فروخت بھی درست ہے' بشرطیکہ معاملے کو مکمل کرتے وقت بات اس پر ختم کی جائے کہ یہ خرید و فروخت ادھار اتنی قیمت پر اور اتنی مدت کے لیے ہو رہی ہے۔

(۲) ادھار قیمت یکمشت ادا کی جائے یا چند حصوں و قسطوں میں' دونوں صورتیں درست ہیں۔

(۳) اس طرح کی خرید و فروخت کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ معاملے کو مکمل کرتے وقت قیمت متعین ہو جائے' ابتداء خواہ صرف ادھار قیمت کا ذکر کیا جائے یا نقد و ادھار دونوں کا۔

(۴) ادھار خرید و فروخت میں نقد معاملے کے مقابلے میں قیمت کی زیادتی' ربا کے تحت نہیں آتی' جیسے نقد خرید و فروخت میں جو بھی قیمت ہو' وہ مبیع یعنی خرید کردہ سامان کے بالمقابل ہوتی ہے' اسی طرح ادھار خرید و فرخت کے مقابلے میں بھی طے شدہ قیمت خرید کردہ سامان کے بالمقابل ہوتی ہے۔

(۵) متعینہ مدت میں قیمت یا قسط کے ادا نہ کرنے کی صورت میں مزید کسی طرح کی زیادتی کا مطالبہ اور معاملہ سود کے تحت داخل ہے، خواہ معاملہ کرتے وقت اس طرح کی شرط لگائی گئی ہو، یا بعد میں اس طرح کا مطالبہ کیا جائے۔

(۶) جس شخص نے بطور رہن کوئی سامان اپنے پاس رکھا ہو، اس کا رہن رکھے ہوئے سامان سے نفع اٹھانا سود ہے، جو کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

(۷) رہن کا سامان اگر رہن رکھنے والے کے پاس ضائع ہو جائے تو سامان کی قیمت اگر دین کے برابر ہے، تو کسی کے ذمہ کوئی حق نہیں رہا۔ اگر سامان کی قیمت کم ہے، تو دین کی قیمت باقی رقم دینے والے (جس کے پاس رہن تھا) کے ذمہ واجب ہو گی۔ اگر سامان کی قیمت زیادہ ہے اور رہن لینے والے کے عمل و لاپرواہی کو اس میں دخل ہے تو دین سے زیادہ قیمت رہن لینے والے کے ذمہ واجب ہو گی۔

(۸) دین کو وقت پر ادا نہ کرنے کی صورت میں قرض دار کو بار بار متوجہ کرنے کے بعد جب اس کا ٹال مٹول ظاہر ہو، قرض خواہ کو اجازت ہے کہ سامان کو واجبی قیمت پر بیچ کر اپنا حق وصول کر لے۔

(۹) قسط وار خرید و فروخت کی صورت میں فروخت کردہ سامان کو اگر بائع اس وقت تک کے لیے روکتا ہے جب تک کہ اس کو تمام قسطیں وصول نہ ہو جائیں، تو یہ درست نہیں، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ فریقین یہ طے کر لیں کہ خرید کردہ سامان بطور رہن فروخت کنندہ کے قبضہ میں اس وقت تک رہے گا جب تک اس کی جملہ اقساط ادا نہ ہو جائیں۔

(۱۰) طے شدہ مدت تک بعض قسطوں کو ادا کر دینے کے بعد بقیہ قسطوں کے ادا نہ کرنے کی صورت میں بائع (فروخت کنندہ) کو یہ حق نہیں ہے کہ فروخت کردہ شے کو واپس لے لے اور ادا کردہ قسطوں کو واپس نہ کرے۔

(۱۱) خرید کردہ سامان کو مشتری (خریدار) کے قبضہ میں دے کر رہن قرار دینا درست نہیں، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ خریدار سے بیچنے والا بطور رہن لے لے اور اس کے بعد پھر مشتری کو عاریتاً دے دے۔

(۱۲) کریڈٹ لیٹر کی اجرت کی بابت کمیٹی نے یہ طے کیا ہے کہ اس سلسلے میں مزید غور و خوض کیا جائے۔

(۱۳) قرض کی دستاویز (رسیدات، پرچیاں وغیرہ) کا کسی تیسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا کہ اب وہ قرض وصول کرے اور مالک ہو جائے، قرض دینے والا یا واجبات کا مستحق، واجب رقم سے کم لے کر اس معاملے سے علیحدہ ہو جاتا ہے، اس طرح کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔

(۱۴) واجب الادا رقم کی مقدار کم کر کے فوری وصول کر لینا جسے "ضع و تعجل" کے الفاظ سے تعبیر

کیا جاتا ہے' اگر اصل معاملہ کوئی مدت اداء دین کی معین نہ ہو تو جائز ہے کہ یہ ایک طرح کا تبرع ہے' اور اگر مدت معین ہو تو اس طرح کا معاملہ جائز نہیں ہو گا کہ جس پر دین واجب ہے' وہ مدت کا فائدہ اٹھا کر واجب الادا دین کو کم کرا رہا ہے۔

(۱۵) دین کی ادائیگی کے لیے طے شدہ مدت سے قبل دین کی ادائیگی کا مطالبہ جب کہ قسطیں وقت پر ادا نہ کی جا رہی ہوں' درست ہے۔ اس لیے کہ فریقین نے جو معاہدہ کیا ایک فریق نے اس کی خلاف ورزی کی تو دوسرے پر بھی اس کی پابندی لازم نہیں رہ گئی۔

(۱۶) جملہ اقساط کی ادائیگی سے قبل اگر مدیون (خریدار) کی موت ہو جائے تو بھی معاملہ علیٰ حالہ باقی رہے گا' جیسا کہ دائن کی موت کی صورت میں باقی رہتا ہے۔ بشرطیکہ بائع (دائن) اس پر راضی ہو۔

حج مبارک

☆ آپ حج کرنے جا رہے ہیں تو آپ کے لیے
☆ حج کے لیے جانے والے اعزہ و احباب کے لیے

حج کا شوق پیدا کرنے کے لیے

خرم مراد کے تین کتابچے

1- حاجی کے نام 3.50
2- حج وداع کی داستان 7.50
3- نالہ نیم شب [21 دعائیں] 3.00

خصوصی لفافے میں تحفہ حج 14 روپے کے بجائے 10 روپے میں

منشورات منصورہ' ملتان روڈ' لاہور